باب 2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ

سوانح حیات

غوث الامّت اعلیٰ حضرت خواجہ **محمد قاسم** رحمتہ اللہ علیہ

المعروف باباجیؒ

دربارِ عالیہ موہڑہ شریف۔ تحصیل مری۔ ضلع راولپنڈی

پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

1	غوث الامتؒ تاریخ کے آئینے میں	39	16	کرامات	52
2	تعارف	40	17	طریقت کا سرچشمۂ فیض موہڑہ شریف	53
3	خاندانی حالات	40	18	اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کو ولی عہد	54
4	علاقہ مری کے حالات	40		مقرر کرنا	
5	عالمِ شباب اور تحصیلِ علم	42	19	اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کو سجادہ	54
6	قلبی تڑپ	43		نشین مقرر کرنا	
7	زہر دیا جانے کا واقعہ	43	20	شجرہ شریف (بزبان فارسی)	55
8	تلاشِ مرشد	43	21	غوث الامتؒ کا اعتماد اور درجۂ	55
9	شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری	44		غوثیت کا ادب	
10	سفر کہیاں شریف	45	22	سالانہ عرس شریف کا 9 دن جاری	56
11	منصبِ ارشاد وہدایت	48		رکھنا	
12	سخاوت	49	23	حضرت پیر نظیر احمدؒ کی اطاعت	56
13	کمال سیرت اور جمال صورت	51		وعقیدت مندی	
14	وابستگانِ دامن	52	24	آخری وصایا	57
15	ہمہ وقت خدمت	52	25	وصال شریف	57

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غوث الامّت خواجہ محمد قاسمؒ تاریخ کے آئینے میں

1845ء	ولادت باسعادت
1850ء تا 1865ء	گھریلو اور مقامی مکاتب میں تحصیل علم
1866ء تا 1869ء	دہلی کے مدارس میں تحصیل علم
1870ء	کہیاں شریف کی حاضری۔ بیعت اور خلافت۔ موہڑہ شریف کی بنیاد اور مستقل قیام
1880ء	اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کی ولادت
1892ء	کہیاں شریف کی حاضری اور فرزندِ دلبند اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کی بچپن کی حاضری
1912ء	اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کو جانشین ولی عہد مقرر فرمایا
1925ء	عرس شریف کے موقع پر والیانِ ریاست، صاحبزادگان، خلفاء اور مریدین کا انبوہِ کثیر۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کی دستار بندی برائے سجادگی
1943ء	علالت، وصایا اور وصال شریف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف

غوث المعظم رہبر اعظم طریقت نسبت رسولﷺ الحاج پیر **نظیر احمد** ؒ المعروف بہ سرکار موہڑویؒ کے والد بزرگوار غوث الامت حضرت پیر **محمد قاسم** ؒ المعروف باباجیؒ اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو آپ نے اپنی قلبی و عکسی انوار سے مستفیض فرما کر رشد و ہدایت کی راہ پر چلایا۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آپ کے خلفا و متوسلین موجود ہیں۔ ان کے غلاموں کا سلسلہ برصغیر سے پھیلتا ہوا ایران، عرب اور کشمیر کے راستہ سے تبت، چین اور روسی ترکستان تک جا پہنچا۔ آپؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر چشم و چراغ ہیں اور چودہ (14) واسطوں سے آپ کا شجرہ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمدؒ سرہندی فاروقیؒ سے جا ملتا ہے۔ خلوت وجلوت میں مجاہدہ و طریقہ میں آپ نے اولیاء اللہ سلف کا اتباع کیا اور اسی پاک طریقہ پر اپنی پوری زندگی وقف کر دی اور مخلوق کو خدا کی طرف دعوت دی۔

خاندانی حالات

حضرت غوث الامت خواجہ **محمد قاسم** ؒ کا شجرہ نسب ایران کے مشہور کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ ایران فتح ہونے کے بعد ان کے آباؤ اجداد افغانستان کے راستے تبت میں پہنچے جو انہی کے مورث اعلیٰ تبت شاہ کے نام پر تبت مشہور ہوا اور کچھ مدت وہاں گزارنے کے بعد ان کی اولاد کشمیر آ گئی۔ ان دونوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمرانی سے سرفراز رکھا۔ پھر وہ حالاتِ زمانہ کے تقاضے سے افغانستان میں چلے گئے اور ان کے بزرگِ اعلیٰ کابل شاہ کے نام پر شہر کابل مشہور ہوا۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد ان کے جد اعلیٰ کابل سے بسلسلہ تجارت کشمیر کے علاقے میں وارد ہوئے۔ ان کے صحیح حالات تو معلوم نہیں ہو سکے مگر مشہور ہے کہ حضرت غوث الامتؒ کے والد سلطان جیون خان صاحب مختلف مقامات پر بسلسلہ تبلیغ قیام پذیر رہے اور یہی خدمات بجالاتے رہے۔ اسی علاقے میں شادی کر لی اور حضرت پیر **محمد قاسم** ؒ کی پیدائش ہوئی۔ ان کی کم سنی میں ہی والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر تقریباً چھ (6) ماہ تھی۔

علاقہ مری کے حالات

جس علاقہ میں موہڑہ شریف واقع ہے اس کو سابقہ زمانے میں ''مسیاڑی'' کہتے تھے اور آجکل یہ مری کا علاقہ ہے۔ صدیوں سے یہ علاقہ آزاد تھا کبھی بھی کوئی مضبوط حکومت نہ رہی تھی۔ یہاں جو قومیں آباد ہیں مثلاً عباسی جنہیں

ڈھونڈ کہا جاتا ہے، ستی قوم، دھنیال قوم، کیتھوال قوم وغیرہ ان میں عباسی لوگ تعداد کے لحاظ سے زیادہ اہم ہیں اوران کا نظام قبائلی ہی رہا ہے۔ شروع شروع میں تو جنگل یا سفید جگہ پر جو قبیلہ چاہتا کچھ زمین آباد کر لیتا، معمولی کاشتکاری کرتا اور چند سال بعد دوسری جگہ منتقل ہو جاتا۔ لیکن انیسویں صدی کے شروع میں انہوں نے مستقل رہائش اختیار کرنا شروع کر دی اور اپنے اپنے قطعۂ اراضی اور حصہ جنگل پر قبضہ جمالیا۔

1848ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست فاش دی اور پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال انہوں نے راولپنڈی کو فوج کی ناردرن کمانڈ کا ہیڈ کوارٹر بنالیا اور مارچ 1850ء میں مری کے علاقہ میں انگریزی افواج کیلئے بیرکس (Barracks) وغیرہ تعمیر کروانے کا پروگرام شروع ہوا۔ عباسی سرداروں نے جن کی یہ مقبوضہ زمین تھی انہوں نے مزاحمت کی مگر انگریزوں نے سختی سے ان کو دبایا اور کئی افراد کو گولی کا نشانہ بنایا جس سے علاقہ میں بہت دہشت پھیل گئی۔ انگریزوں نے بڑی سرعت سے اس علاقے میں سرکاری دفاتر اور رہائشی بیرکس وغیرہ تعمیر کر لیں اور مری کے گرد و نواح علاقے میں پھیل گئے اور اکثر مقامی آبادی کو ہراساں و پریشان کرتے اور فوج کی چند پلٹنیں بھی یہاں متعین کر دیں۔

1857ء میں جب ہندوستان میں دہلی اور میرٹھ چھاؤنیوں میں آزادی کی جنگ کے شعلے بھڑکے تو مری کے علاقہ کے عباسی سرداروں نے ایک متحدہ جرگہ کیا اور فیصلہ کیا کہ انگریزوں سے اپنا علاقہ خالی کروالیا جائے۔ مگر چند مقامی باشندوں کی مخبری کی وجہ سے انگریزوں کو قبل از وقت اطلاع ہوگئی اس لئے انہیں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علاقے بھر کے تمام سرکردہ لوگوں کو گھروں سے گرفتار کر کے جمع کیا گیا اور انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ روایت ہے کہ مری کی موجودہ فٹ بال گراؤنڈ میں جن لوگوں کو توپوں سے اڑایا گیا ان کے جسموں کے ٹکڑے ہوا میں اس طرح اڑتے نظر آتے تھے جیسے فضا میں پرندے اڑتے ہیں۔ ان کے صرف چھوٹے بچے اور عورتیں باقی رہ گئیں۔ مکانات کو جلا دیا گیا، جائیدادیں چھین لی گئیں اور علاقے میں کافی عرصے تک لوگوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑے رہے۔ انگریزوں نے اس ساری کاروائی کو پولیس ایکشن (Police Action) سے تعبیر کیا۔ مزید ظلم یہ کیا کہ اس علاقے کے لوگوں کو سول اور فوجی تمام ملازمتوں سے محروم کر دیا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم تک ایک فرد کو بھی ملازمت نہ دی گئی۔ علاقہ بھر کی معاشی حالت قابل رحم ہوگئی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے اس علاقہ میں حضرت خواجہ **محمد قاسم** جیسی ہستی کو مقرر فرما دیا۔

ایک عمومی روایت کے مطابق حضرت غوث الامت خواجہ **محمد قاسم** ؒ کی عمر مبارک ایک سو سال تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ولادت سے قبل ہی آپؒ کے والد گرامی کو خواب میں اس گوہر نایاب کی تشریف آوری کی بشارت دے دی گئی

تھی۔ جب ولادت ہوئی تو مسنون طریقے سے خوشی منائی گئی مگر آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ جو ایک عالمہ اور عارفہ خاتون تھیں انہوں نے بڑے صبر وتحمل سے اپنے لختِ جگر کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ گھریلو تعلیم کے ساتھ ساتھ مکتب میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ مقامی مکتب سے فارغ ہو کر موضع پسوال میں چند برس زیر تعلیم رہ کر موضع ملوٹ ستیاں میں مولانا نعمت اللہ خاں صاحب علی گڑھ والوں کی زیرِ تربیت مختلف دینی علوم حاصل کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن رسا اور تعلیم کا انتہائی شوق عطا فرمایا تھا اس لئے اٹھارہ سال (18) کی عمر تک معروف دینی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ مولانا صاحب نے ان کی دستار بندی بھی کی اور ایک کتاب ''شرح چغمینی'' بطور تحفہ عطا فرمائی۔

عالمِ شباب اور تحصیلِ علم

آپؒ نہایت وجیہہ الشکل، بلند قامت اور قوی تھے۔ اوائل شباب سے ہی کشتی لڑنے کا شوق تھا۔ ان دِنوں اس علاقہ میں کشتی لڑنے کا شوق عام تھا اور اکثر اکھاڑے جمتے تھے۔ چنانچہ آپؒ بھی اکثر اکھاڑوں میں پہنچ جاتے اور کشتی لڑتے۔ خدا کی شان کہ ہمیشہ حریف کو پچھاڑ دیتے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ جب حریف کو پچھاڑا تو لوگوں نے جوش میں آ کر ان کو کندھوں پر اٹھایا اور ہار پہنائے۔ اس وقت ایک بوڑھا درویش بھی وہاں موجود تھا۔ جب آپؒ فارغ ہوئے تو وہ قریب آیا اور کہا کہ اے جوان تمہارا تو یہ مقام نہیں اس کام کو چھوڑ و اور اپنی تعلیم کی تکمیل کرو۔ یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا لیکن ان کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑنے لگا۔ تھوڑے عرصے کے بعد مری (سنی بینک) کے قریب چٹا موڑ کے مقام پر ایک مشہور اکھاڑا جما تو آپؒ نے بھی شرکت کی۔ مقابلہ ہوا تو آپؒ نے اپنے حریف کو باآسانی پچھاڑ دیا۔ خوب واہ واہ ہوئی، نعرے بلند ہوئے اور حسبِ سابق لوگوں نے کندھوں پر اٹھایا، ہار پہنائے اور شہرت عام ہوئی۔ جب فارغ ہوئے تو پھر وہی درویش موجود پایا۔ اِس بار اس نے سختی سے کہا اے جوان اپنی قیمتی عمر کو ضائع مت کرو۔ جاؤ اپنی تعلیم مکمل کرو۔ تم سے بہت بڑا کام لیا جائے گا۔

چنانچہ والدہ محترمہ کی زیرِ ہدایت آپؒ اُس زمانے کے ہندوستان بھر کے تعلیمی مرکز دہلی تشریف لے گئے اور ہمہ تن تکمیلِ تعلیم میں مشغول ہو گئے اور مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تقریباً تین سال کے بعد فارغ التحصیل ہو کر واپس تشریف لائے اور تبلیغِ دین میں مشغول ہو گئے۔

چونکہ آپؒ نے خود یتیمی کی حالت میں تعلیم حاصل کی تھی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ یتیموں کی تعلیم وتربیت کے لئے خصوصی انتظام کیا جائے اس لئے انہی دنوں میں موضع جگیوٹ میں ایک دینی مکتب کا اجرا فرمایا۔ گردونواح سے

طلبہ علوم دین کی پیاس بجھانے کے لئے پروانہ وار حاضر ہونے لگے۔ یتامی کے لئے خصوصی رعایت رکھی گئی۔ آپؒ نہایت محنت سے علومِ دینیہ کی تدریس فرماتے تھے۔

قلبی تڑپ

اگرچہ آپؒ اعلیٰ درجے کے عالمِ دین تھے اور شب و روز بچوں اور بڑوں کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے لیکن ان کے دل میں ایک خلش تھی جو انہیں بے چین رکھتی تھی۔ وہ اکثر گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے۔ سوچتے کہ یہ سارا علم تو ایک لباس ہے اس کے اندر کیا ہے؟ ظاہری اور باطنی علوم سے آخر کار مدعا کیا ہے؟ چنانچہ اسی تلاش میں اکثر اہل علم اور درویشوں سے ملاقاتیں بھی کیں مگر تسلی نہ ہوئی۔

زہر دیا جانے کا واقعہ

اسی اثناء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ علاقہ مری میں ایک مشہور قبیلہ ''ستی'' آباد تھا۔ اس قبیلے میں اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کی کشمکش تھی۔ ایک مسئلہ پر دونوں فریقوں کا باہمی جھگڑا ہو گیا اور معاملے نے شدت اختیار کی۔ چونکہ یہ ایک علمی اور دینی مسئلہ تھا لہذا فریقین میں چند مدبرین نے باہمی مشورہ سے ایک منصف اور اعتدال پسند عالمِ دین کو ''حکم'' مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ غوث الامت حضرت خواجہ **محمد قاسم** ؒ ایک عالم بے بدل اور عادل ہستی مشہور تھے ان کو ''حکم'' منتخب کیا گیا۔ چنانچہ آپؒ اس علاقہ میں تشریف لے گئے اور فریقین کے دلائل بغور سنے اور نہایت مدلّل فیصلہ اہلسنت والجماعت کے حق میں دے دیا۔ فریقِ ثانی اپنے معاہدے پر قائم نہ رہا بجائے فیصلہ تسلیم کرنے کے وہ حضرت خواجہ **محمد قاسم** ؒ کے جانی دشمن ہو گئے۔ موقع پر سازش سے آپ کو دعوتِ طعام دی اور دودھ کے گلاس میں زہر ملا دیا۔ زہر نے اپنا اثر دکھایا اور آپؒ تھوڑی دیر کے بعد بے ہوش ہو گئے اور ادھر علاج شروع ہو گیا۔ اسی دوران ایک خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ آپؒ موہڑہ شریف جائیں آپ کا مدعا وہیں سے حاصل ہو گا اور موہڑہ شریف کا رستہ اور قبلۂ عالم حضرت خواجہ **نظام الدین**ؒ کی شبیہہ مبارک بھی خواب میں دکھائی گئی۔ جب ہوش آیا تو صحت ہو چکی تھی اور آپؒ چند ایام کے بعد موہڑہ شریف کی حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔

تلاشِ مرشد

پُرخار وادیاں اور دشوار گزار گھاٹیاں طے کر کے دس روز کے بعد دربارِ عالیہ موہڑہ شریف پہنچے۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو عجیب بے خودی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت قبلۂ عالم نے

پہلی نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی شہبازِ طریقت ہے جو ہمارے زیرِ دام آنے کے بعد ایک عالم کو منور کریگا۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری

جب شیخِ طریقت قبلۂ عالم حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی خدمت میں کہیاں شریف حاضر ہوئے تو اس وقت وہاں ایک بڑا اجتماع تھا۔ حکم ہوا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تفسیر سناؤ۔ چنانچہ آپؒ نے حسب الحکم کھڑے ہو کر سورۃ الملک کی ابتدائی چند آیات تلاوت فرمائیں اور عالمِ برزخ اور حشر ونشر کے واقعات اس فصاحت سے بیان کئے کہ لوگوں پر رقت کا سماں طاری ہو گیا۔ بیان ختم کیا تو قبلۂ عالم بہت خوش ہوئے اور دریافت فرمایا کہ آپ تو اتنے بڑے عالم ہیں ہمارے پاس کس خیال سے آئے ہیں؟ آپؒ نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں لیکن اس کی پہچان نہیں جس کو سجدہ کرتا ہوں مجھے اس کی حقیقت کی تلاش ہے۔ فرمایا آپ ظاہر صورت کے لحاظ سے باجمال ہیں اسی طرح جمالِ باطنی سے بھی مالا مال ہیں۔ ارشاد ہوا کہ کل تک صبر کرو۔

اسی رات حضرت غوث الامتؒ نے خواب میں دیکھا کہ حلقہ بزرگانِ طریقت آراستہ ہے اور آپؒ کو بلا کر ممتاز جگہ پر بٹھایا گیا ہے اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے گئے ہیں۔

علی الصبح جب حضرت قبلۂ عالم کے حضور حاضری ہوئی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ اب تو خوش ہو آپ کی اور میری جگہ ایک ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ جاؤ آرام کرو۔ وہاں سے اٹھ کر چلنے لگے تو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ وہیں کھڑے کھڑے بیعت فرمایا اور خلافت عطا فرمائی۔ اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر آپؒ کے سر مبارک پر رکھی اور فرمایا کہ جاؤ علاقہ مسیاڑی میں جا کر جنگل میں ڈیرہ رکھو اور مخلوقِ خدا کو خدا کی طرف بلاؤ جس شخص کی آپ انگلی پکڑیں گے میں اس کا پنجہ پکڑوں گا۔

اس واقعہ سے آپؒ کی زندگی میں ایک انقلابِ عظیم پیدا ہو گیا۔ قلبی کیفیت بدل گئی۔ اپنے پیرومرشد کی محبت میں محو ہو گئے۔ قبلۂ عالم کی ایک ہی نظرِ تلطّف سے فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچ گئے۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانبِ دلدار کن

آتشِ شوق بھڑکی۔ رونئیں رونئیں میں ذکرِ الٰہی موجزن تھا۔ کچھ دن قبلۂ عالمؒ کی صحبت میں ٹھہرنا چاہتے تھے مگر **اَلْاَمْرُ فَوقَ الادَبُ**(ادب پر حکم کو فوقیت ہے) کے مصداق ایک ہی رات کے قیام کے بعد قبلۂ عالمؒ سے رخصت پا کر واپس روانہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت غوث الامتؒ سے جو مخلوقِ خدا کی خدمت کا بڑا کام لینا مقصود تھا اس کی ابتداء ہو چکی تھی۔ قبلۂ عالمؒ سے رخصت پا کر آپؒ دس روز میں واپس مسیاڑی کے جنگل میں آن پہنچے۔ اپنے شیخ کے حکم کے ماتحت اور اللہ کے توکّل پر اس جنگل میں ڈیرہ ڈالا اور حسبِ تلقین ذکرِ الٰہی میں یک سوئی سے مشغول ہو گئے۔ درختوں کے پتے بطور خوراک کھا لیتے اور بہتی ندی کا پانی استعمال کر لیتے اور سارا وقت یادِ الٰہی میں گزارتے۔

اُس زمانے میں یہ وادی بڑی دشوار گزار اور گھنے جنگل سے گھری ہوئی تھی اور اس جنگل میں جنگلی درندے بھی موجود تھے۔ اس راستے پر لوگوں کی آمدورفت بھی نہ تھی۔ اس لئے تقریباً چھ ماہ تک کسی کو علم نہ ہوا کہ اس جنگل میں اللہ کا کوئی بندہ مصروفِ عبادت ہے۔ آہستہ آہستہ جب لوگوں کو معلوم ہونے لگا تو ایک تانتا بندھ گیا۔ ضروریات اور گنجائش کے مطابق موجودہ موہڑہ شریف کی ابتداء ہوئی اور کچھ سکونت کی جگہیں بننا شروع ہوئیں۔

حضرت غوث الامتؒ نے یہاں سالہا سال عبادتِ الٰہی میں گزار دیئے اور تازیست کسی آبادی کی طرف رُخ نہ کیا۔ البتہ اپنے مرشدِ عالی مقام کی خدمت میں ہر سال حاضر ہوتے اور صرف ایک رات ہی وہاں گزار کر واپس آجاتے کیونکہ ابتداء میں پہلی حاضری کے وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کو ایک ہی رات رکھا تھا۔ البتہ قبلۂ عالمؒ کی رحلت کے بعد جتنا عرصہ صحت نے اجازت دی ہر سال عرس کے موقع پر تشریف لے جاتے اور صرف ایک ہی رات وہاں ٹھہرتے اور واپس آجاتے۔

سفر کہیاں شریف

ان دنوں کہیّاں شریف آنے جانے میں بیس دن صرف ہوتے تھے۔ مریدین کی جماعت ساتھ ہوتی تھی اور اس قافلہ کی عجب شان ہوتی تھی۔ تمام لوگ ذکرِ الٰہی میں مشغول اور عشقِ الٰہی میں مخمور نظر آتے تھے۔ بعض دفعہ کئی کئی دن بغیر خورد و نوش کے گزر جاتے۔ حضرت غوث الامتؒ مع معتقدین و مخلصین ننگے پاؤں یہ سفر طے کرتے تھے۔ دورانِ سفر درختوں کے نیچے کھلی فضا میں راتیں گزارتے (چاہے برف باری ہو رہی ہو)۔ معرفت میں سرشار یہ قافلہ منزل بہ منزل طے کرتا چلا جاتا تھا۔ خرقِ عادت کرامات اور عجائبات سرچشمۂ فیض سے ظہور پذیر ہوتے رہتے۔ حضرت غوث الامتؒ دورانِ سفر کھانا نہیں کھاتے تھے تاکہ قضائے حاجت کی ضرورت نہ ہو اور تمام راستہ پیدل سفر کرنے کو عبادت سمجھتے۔ ہر دم حضوری کی کیفیت رہتی تھی۔ کہیّاں شریف سے تقریباً چار میل کنڈل شاہی کا مقام ہے

وہاں سے گزر کر اس علاقہ میں کبھی پیشاب تک نہ کیا اور باوضو رہتے اور حقیقت یہ ہے کہ کہیں بھی ہوں انہوں نے کہیّاں شریف کی طرف نہ کبھی پشت کی اور نہ ہی کبھی اس طرف تھوکا۔ کہیّاں شریف کے سفر کے حالات اگر قلمبند کئے جائیں اور جو خرقِ عادت کرامات اور عجیب حالات راستہ میں ظاہر ہوتے رہے اگر ان کی تفصیل لکھی جائے تو بجائے خود ایک سفرنامہ کی کتاب بن جاتی ہے۔ یہاں صرف چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ ایک بار اتفاق سے حضرت بابا جیؒ کی جماعت کا گزر ایک دشوار گزار جنگل سے ہو کر دریا کے کنارے پر پہنچا تو چند آدمیوں کا ایک دستہ آگے چلا گیا۔ راستہ میں ان لوگوں کو ایک انجیر کا بڑا درخت نظر آیا جس پر انجیر کا پھل پکا ہوا تھا۔ یہ لوگ انجیر کھانے کے لئے درخت پر چڑھ گئے۔ درخت نرم زمین پر تھا بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ درخت زمین پر گر گیا۔ بہت دور ہندوؤں کا ایک مکان تھا۔ یہ درخت دراصل ان کا تھا۔ اس مکان سے دو آدمی لاٹھیاں لے کر مارنے کے لئے، گالیاں دیتے ہوئے آئے۔ اتنے میں بابا جیؒ کی جماعت بھی نزدیک آ گئی۔ اس جماعت کا ذکر، وجد اور حالات بے خودی دیکھ کر دونوں ہندو بے خود ہو گئے اور فوراً بابا جیؒ کے پاؤں پر گر پڑے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد دو عورتیں ان کے گھر سے گالیاں دیتی ہوئیں وہاں پہنچیں تو وہ بھی اسی طرح پاؤں پر گر پڑیں اور مسلمان ہو گئیں۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جماعت سے علیحدہ بھی نہ ہو سکے۔ چونکہ ہندو ریاست تھی معاملہ مشہور ہو گیا۔ ہندوؤں کی جماعت نے فساد شروع کیا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اگلے پل پر سے محصول بجائے ایک پیسہ فی کس کے ایک روپیہ فی کس وصول کیا۔ بہر حال جب حضرت صاحبؒ کہیّاں شریف پہنچے اور دوسرے روز سویرے حسبِ معمول رخصت ہوئے تو قبلہ عالمؒ نے فرمایا ''بچہ! بہت جلدی جلدی جانا اور جلدی پل پر سے پار ہو جانا۔'' اس کے بعد مطابق ارشاد جب پل پر سے جماعت گزر گئی تو فوراً اُسی دن ایسا سیلاب آیا کہ تمام پل غرق ہو گئے اور مخالفین کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

2۔ موضع برسالہ ایک مقام کوہالہ سے آگے ہے۔ جب حضرت بابا جیؒ کی جماعت کا گزر یہاں سے ہوتا تو لوگوں کو یہاں گرمی کی وجہ سے پیاس لگتی تھی۔ یہاں پر ''دُلّہ'' نامی ایک شخص مزدور تھا اور سڑک پر روڑی پتھر کی اپنے ہاتھ سے بناتا تھا اور بہت غریب تھا۔ دُلّہ مٹی کے گھڑوں سے ٹھنڈا پانی جماعت کے لوگوں کو پلاتا تھا اور خدمت کرتا تھا۔ ایک دفعہ بابا فضل خان ساکن بن کوٹلی نے اس کو حضرت بابا جیؒ کے سامنے پیش کیا اور اس کی غریبی اور خدمت کا حال ظاہر کیا۔ جناب بابا جیؒ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اب دولت آ جائے گی مگر اس دولت کو دل میں نہ رکھنا۔ جناب بابا جیؒ موہڑہ شریف واپس پہنچے تو تین ماہ کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ وہ دُلّہ سڑک کے کنارے برسالہ کے قریب ہی روڑی کوٹ رہا تھا تو فوراً پولیس نے لوگوں کو سڑک سے ہٹا دیا۔ دو چار گھنٹے کے بعد

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی سواری آ گئی۔ وہاں پر تھوڑی جگہ سایہ میں سبز گھاس والی تھی جہاں حضرت بابا جیؒ کبھی تشریف فرما ہوتے تھے۔ مہاراجہ نے حکم دیا کہ تھوڑی دیر یہاں ٹھہریں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے اس غیر آباد جگہ میں ٹھہر گئے اور سبز گھاس پر مخمل کی گدی بچھائی اور سب سٹاف دور تھا۔ صرف دیوان منھو جی ساتھ دست بدستہ کھڑے تھے اور دو خادم تھے۔ مہاراجہ صاحب نے حکم دیا کہ ہفیم (افیم) اس جگہ کھاویں گے۔ ایک دم خادم نے حسبِ دستور افیم تیار کر کے مؤدبانہ طریقے سے پیش کر دی۔ مہاراجہ صاحب افیم نوش فرما کر جنگل کا نظارہ کر رہے تھے اور خاموش بیٹھے تھے۔ دور سے دُلّہ دیکھ رہا تھا۔ دُلّہ کے دل میں ایک خیال آیا۔ اس نے اٹھ کر تھوڑے سے پھول توڑے اور گلدستہ بنا کر آہستہ آہستہ مہاراجہ کے سامنے آ گیا۔ نوکروں نے ہٹانے کی کوشش کی مگر مہاراجہ نے دور سے حکم دیا کہ مسکین ہے اس کو آنے دو۔ چنانچہ وہ مہاراجہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اس نے پھول رکھے اور ادب سے سلام کیا۔ مہاراجہ نے افیم کے نشہ میں نہایت آرام سے اس کے ساتھ گفتگو شروع کر دی۔ پوچھا کیا مانگتا ہے؟ اس نے کہا صرف سلام کرنا چاہتا تھا اور کچھ نہیں۔ مہاراجہ نے پوچھا کیا نام ہے تیرا اور کیا کام کرتا ہے؟ اس نے کہا دُلّہ نام ہے اور مسافر ہوں۔ روڑی کوٹتا ہوں اور آپ کی ریاست کی سڑک پر روڑی کی مزدوری کرتا ہوں۔ مہاراجہ نے دیوان منھو جی صاحب پرائیویٹ سیکریٹری کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ اچھا آدمی ہے۔ دیوان نے کہا بے شک۔ اس پر مہاراجہ نے حکم دیا (دیوان جی تُسی محکمہ نوں حکم دیو کہ روڑی دا سارا کم دُلّہ نوں دتا جائے اَور کسی نوں مت دو) یعنی دیوان جی آپ محکمہ کو حکم جاری کریں کہ ریاست کی سڑکوں کی روڑی کا سارا کام دُلّہ کو ہی دیا جائے اس کے علاوہ کسی دوسرے کو نہ دیا جائے۔ دیوان صاحب نے قلم نکال لی اسی جگہ نامۂ شاہی لکھا اور جموں پہنچ کر پختہ آرڈر دے دیا کہ قلمروِ کشمیر میں روڑی کا سب کام دُلّہ کو دیا جائے۔ وہ مستقل ٹھیکیدار مقرر ہو گیا ہے۔ اس آرڈر اور تار پہنچنے پر سینکڑوں آدمی دُلّہ کے پاس آ گئے اور دُلّہ سے ٹھیکے لینے شروع کر دیے اور کئی لاکھ روپیہ یک دم جمع ہو گیا۔ بہر حال ایک ماہ میں اس کی حالت وہ ہو گئی جو ایک سٹیٹ کنٹریکٹر(State Contractor) کی ہوتی ہے۔ دُلّہ خان مشہور ہو گیا۔ اس کو اپنا کثیر عملہ رکھنا پڑا۔ خزانہ بنایا۔ خزانچی رکھے۔ برسالہ میں بازار بنوایا۔ اپنے عالی شان مکان بنوائے۔ کئی شادیاں کیں۔ نوابی زندگی شروع ہو گئی۔ ڈانڈیاں انگریزی اصول پر رکھی گئیں۔ رنگین کپڑے والی ڈانڈیاں اٹھانے والے، بیگمات کو سیر کروانے والے مقرر ہوئے۔ یہاں تک کہ دولت نے دُلّہ خان کی حالت بدل دی۔ دل سرد ہو گیا اور ذکر معدوم ہو گیا۔ دل پر عیش اور غرور نے قبضہ کر لیا اور اس کے خیالات متغیر ہو گئے۔ حضرت محمد بخش صاحب جو غوث الامتؒ کے مخلص غلام تھے اور لاہور کے قریب لکھن شریف میں گدی نشین مقرر تھے ان کے والد بلند خان گاڑی چلاتے تھے اتفاقاً ان کو

کچھ روپوں کی ضرورت پڑ گئی۔انہوں نے دُلّہ خان سے درخواست کی۔اس نے خزانچی کو حکم دیا کہ دے دو روپیہ بطور قرضہ۔کچھ دنوں کے بعد یہ قرضہ دُلّہ خان کو واپس کر دیا گیا مگر نوّے (90) روپے بطور سود رہ گئے۔دُلّہ خان کو اطلاع دی گئی۔اس کو جوشِ نوابی آیا اور اس نے حکم دیا کہ جب وہ اس علاقہ سے گزرے تو اسے پکڑ لو اور قید کر لو۔ چنانچہ ملازموں نے انہیں پکڑ کر قید کر لیا۔اس نے کہا کہ میں دُلّہ خان کا پیر بھائی ہوں مگر کسی نے ایک نہ مانی۔کئی دن قید رہنے کے بعد بلند خان نے ایک رقعہ موہڑہ شریف لکھا اور قصہ بھی لکھ دیا اور نوّے روپے طلب کئے۔ جناب باباجیؒ نے نوّے روپے ایک رومال میں باندھ کر سائیں بدھو ہندوستانی جو اس وقت لانگری تھا اس کو دے دیئے کہ یہ روپے لے جاؤ اور دُلّہ خان کو بولو کہ بلند خان کو چھوڑ دے، وہ تمہارا بھائی ہے۔اگر چھوڑ دے تو بہتر ہے اور اگر نہ چھوڑے تو نوّے روپے اس کے حوالے کر دو۔اگر روپے لے چکے تو اس کو کہہ دینا کہ یہ آگ ہے۔چنانچہ ہندوستانی لانگری نے ایسا ہی کیا مگر دلّہ خان نہ مانا۔روپے اس کے سامنے رکھے جب وہ لے چکا تو بدھو نے کہا کہ یہ آگ ہے۔تو دُلّہ خان نے کہا کہ آگ ہے تو بھی منظور ہے۔وہ روپے دُلّہ خان نے خزانچی کو دے دیئے۔اس نے خزانے میں داخل کر دیئے۔ بازار برسالہ میں ایک خصوصی مکان دفتر اور خزانے کے لئے تھا وہاں ہی حساب کتاب اور روپے نوٹ وغیرہ تھے۔ اتفاقاً دوسری رات بازار میں آگ لگ گئی۔تمام بازار جل کر راکھ ہو گیا۔ وہ مکان، دفتر اور تمام سامان خزانہ وغیرہ خاک میں مل گیا۔دُلّہ خان کے پاس سوائے عورتوں کے کچھ نہ رہا جو اس کے لئے بلائے جان بن گئیں اور آخر کار اس کے ملازموں نے نکاح میں رکھ لیں۔ ایک ہفتے کے بعد کشمیر گورنمنٹ کی طرف سے تار آ گئی کہ دُلّہ خان کا نام ٹھیکیداری سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس کا تمام روپیہ جو مختلف بینکوں میں تھا وہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔یوں وہ خاک میں مل گیا اور روپوش ہو گیا۔

منصب ارشاد وہدایت

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء میں سب سے کامل اور انبیاء کا وارث وہ ولی اللہ ہوتا ہے جسے منصبِ ارشاد پر فائز کیا جائے اور اصلاحِ خلق کا کام اس کے سپرد کیا جائے۔ایسے ولی اللہ کو قطب الارشاد کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس نوع کا ولی اللہ عرصہ دراز کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ایسی شخصیت کا عروج بھی مکمل ہوتا ہے اور نزول بھی۔عروج سے مراد ولایت کے وہ مدارج اعلیٰ ہیں جن میں سیرالی اللہ کی منازل طے کی جاتی ہیں اور نزول سے مراد خلعتِ ولایت ملنے کے بعد سیر من اللہ ہوتی ہے۔ سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور سیر من اللہ میں توجہ الی الخلق کا حکم ہوتا ہے۔یہی انبیاء کی وراثت ہے اور یہی نیابت رسولﷺ کا مقام ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں غوث الامت خواجہ **محمد قاسمؒ کی** شخصیت کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عصرِ حاضر میں آپ کی ذات مبارک ولایت کا وہ نیر درخشاں تھی جس کی نورانی کرنوں سے ہزار ہا سالکین راہِ طریقت نے اپنے قلوب کو ضیائے ربانی سے منور کیا اور ان کی ایک نگاہِ حقائق نے انہیں مدارج خلافت وولایت سے شرف فرما کر اصلاحِ خلق کے لئے مرکز رشد وہدایت بنایا۔

الغرض ہزار ہا بندگانِ خدا باخدا، نورانی حقیقت کے مالک ہوگئے۔ پھر ان سے بھی ہزار ہا لوگ صحیح مسلمان اور عشقِ الٰہی کے متوالے بن گئے۔ یہ سلسلہ نہایت تیزی سے پھیلا اور تقریباً چودہ لاکھ انسان براہ راست تمام اطرافِ ملک سے اس جگہ پہنچ کر آپؒ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ اطراف ملک میں اب بھی موجود ہے۔

سخاوت

حضرت غوث الامتؒ کی سخاوت کا دریا جوش پر تھا۔ جو طالب بھی اخلاص کے ساتھ حاضر خدمت ہوتا اکثر بیعت فرماتے اور اسے خلافت سے نوازتے۔ چنانچہ ایک بار آپ کے ہم عصر بزرگ حضرت پیر مہر علی شاہؒ صاحب گولڑہ شریف نے ایک شخص کو آپ کی خدمتِ عالیہ میں بھیجا کہ آپ ہر ایک کو خلافت سے کیوں نواز دیتے ہیں۔ حضرت غوث الامتؒ نے فرمایا ''طالب کی محرومی دو ہی صورتوں میں ہوتی ہے کہ دینے والا دینے میں بخل کرے یا اس کے پاس مطلوبہ شے موجود ہی نہ ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے عرفان کا خزانہ عطا فرمایا ہے میں مفلس نہیں ہوں اور نہ ہی بخیل ہوں۔ مجھے خدا نے سخی اور کریم دل عطا فرمایا ہے لہذا ہر طالب کو پہلے مرحلے میں اس کی استعداد کے مطابق سب کچھ دے دیتا ہوں، آگے اس نوری امانت کو سنبھالنا اس کا اپنا مقدر ہے اور اس کا اپنا کام ہے۔''

ایک موقع پر دربارِ عالیہ میں مجلس قائم تھی۔ علما وخلفا بھی کافی تعداد میں حاضر تھے۔ دروازے پر ایک مسکین شخص حاضر ہوا اور ہاتھ باندھے ہوئے اندر جھانکا اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ دوسری بار بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ اندر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سہ بارہ جب اس نے ایسا ہی کیا اور حضورؒ کی اس پر نظر پڑ گئی تو اسے ہاتھ کے اشارے سے اندر بلایا۔ وہ گھبرایا ہوا ہاتھ باندھے اندر داخل ہوا اور حضرت غوث الامتؒ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ جب اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو عاجزی سے گویا ہوا کہ حضورؒ میں مہتر ہوں۔ فرمایا ''تو سب سے بہتر ہے'' اُسے مسلمان کیا اور بیعت فرمایا اور اپنا رومال مبارک اسے دے کر خلافت سے نوازا اور کہا ''جاؤ اپنے علاقے کے مہتروں کو خدا کی طرف بلاؤ''۔ چنانچہ وہ شخص اپنے علاقے میں گیا اور سینکڑوں مہتر مسلمان ہوگئے۔ یہ وہ کام ہے جو بڑے بڑے علما اور خلفا بھی نہ کر سکے۔

(حضرت سید عبدالمعبود شاہ صاحب گیلانیؒ جن کی عمر تقریباً 155 سال بیان کی جاتی تھی اور 100 سے زیادہ

مرتبہ حج کر چکے تھے اور اسلام آباد میں مقیم تھے اور ان کا چند سال پیشتر وصال ہو گیا ہے)۔انہوں نے اعلیٰ حضرت الحاج غوث الزماں خواجہ پیر **ہارون الرشید** صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ موہڑہ شریف سے اپنا ذاتی واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ خود اور ان کے ساتھ ایک مولوی صاحب جو غیر مقلد تھے حضرت غوث الامتؒ کی خدمت میں موہڑہ شریف حاضر ہوئے۔ ظہر کی نماز مسجد میں پڑھی گئی مگر جناب بابا جیؒ جماعت میں شامل نہ ہوئے۔ بوقت ملاقات مولوی صاحب نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نماز کعبۃ اللہ میں پڑھی۔ لیکن مولوی صاحب کی تسلی نہ ہوئی وہ متردّد رہے۔ اتفاق سے وہی مولوی صاحب میرے ساتھ حج میں شامل ہوئے۔ ایک روز میں طواف سے فارغ ہو کر مسجد الحرام میں بیٹھا ذکر میں مشغول تھا کہ وہ مولوی صاحب میرے پاس آئے کہ آج طواف کے دوران عجیب معاملہ پیش آیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے میرے آگے آگے حضرت خواجہ **محمد قاسم** ؒموہڑہ شریف طواف کر رہے ہیں۔ میں کوشش کر کے آگے بڑھا اور سلام کیا مگر انہوں نے میرے سلام کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے تین بار ایسی ہی کوشش کی مگر وہ طواف میں ہی مشغول رہے اور مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ چنانچہ انہیں یہ شکایت پیدا ہوئی۔ میں یہ سن کر خاموش رہا۔ جب ہم حج سے واپس آئے تو میں مولوی صاحب کو ساتھ لے کر موہڑہ شریف پھر حاضر ہوا۔ وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا اور پوری تحقیق کی کہ آیا جناب بابا جیؒ اس سال حج پر تشریف لے گئے تھے۔ سبھی نے گواہی دی کہ وہ تو ایک دن کے لئے بھی موہڑہ شریف سے باہر نہیں گئے۔ تب مولوی صاحب کی تسلی ہوئی اور حضرت غوث الامتؒ نے انہیں بیعت سے نوازا اور ان پر نظرِ کرم فرمائی۔

راقم الحروف کے ایک دیرینہ دوست حافظ میجر سعید احمد خان نے اپنے والد صاحب کا ایک واقعہ سنایا کہ 1942ء میں ان کے بڑے بھائی برما میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے پر مامور تھے۔ جب جاپانیوں نے برما پر قبضہ کر لیا تو ان کی خیریتِ حال کا کوئی سراغ نہ ملتا تھا۔ اہلِ خاندان سخت پریشان تھے۔ چنانچہ والد صاحب جو خود بھی حافظ قرآن تھے، متعدد بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر کہیں اطمینان حاصل نہ ہوا۔ آخر کار وہ حضرت غوث الامتؒ کی خدمت میں موہڑہ شریف حاضر ہوئے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا بخیریت ہے اور بہت جلد اس کی خیریت کی اطلاع بھی آ جائے گی۔ اب والد صاحب بہت جلد اپنے گھر واپسی کے لئے اجازت مانگنے گئے تو حضورؒ نے فرمایا کہ تم ابھی ٹھہر جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ حاضر ہوئے کہ اجازت دی جائے تا کہ میں یہ خوشخبری اہلِ خاندان کو بھی جا کر سناؤں۔ اس پر غوث الامتؒ نے فرمایا ''بڈھیا ٹھہر جا تیرا پت آ جاسی۔ توں ٹھہر جا۔ میں تینوں رنگ چھوڑ ساں'' یعنی اے بوڑھے آدمی تم ابھی ٹھہر جاؤ تمہارا بیٹا تو بخیریت آ جائے گا، تو اگر ٹھہر جائے گا تو میں تجھے معرفت الٰہی کے رنگ سے رنگ دوں گا۔ مگر اس کے والد صاحب وہاں نہیں ٹھہرے اور گھر واپس آ گئے۔ اگلے ہی روز بیٹے کی خیریت کا تار موصول

ہوگیا۔مگر والد صاحب محروم رہ گئے۔میجر صاحب نے بتایا کہ اس کے والد اکثر حسرت سے کہا کرتے تھے کہ کاش وہ اس وقت غوث الامتؒ کے فرمان کے بموجب موہڑہ شریف ٹھہر جاتے تو ان کی قسمت جاگ اُٹھتی۔

ایک ہندوستانی لانگری کا مشہور واقعہ ہے۔یہ شخص دہلی کے قریب کا رہنے والا تھا اور موہڑہ شریف میں لانگری کی خدمات انجام دیتا تھا۔کئی بار اس نے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگی مگر اجازت نہ ملی۔ایک روز دفعۃً غوث الامتؒ نے عصر کی نماز کے بعد اسے بلایا اور اجازت فرمائی اور اسے دو روپے بھی دیئے کہ فوراً چلا جائے۔وہ سخت حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔مگر چونکہ اجازت ہو چکی تھی اس لئے وہ روانہ ہوگیا۔وہ براستہ کلڈنہ جب سنی بینک پہنچا تو مغرب ہو چکی تھی۔اس نے وہاں مسجد میں نماز ادا کی اور پریشان بیٹھ گیا کیونکہ راولپنڈی جانے والی کوئی سواری نہ تھی۔اس اثناءمیں ایک ٹرک والا آیا اور اس نے آواز دی کہ کوئی راولپنڈی جانا چاہتا ہو۔یہ فوراً اس کے ٹرک میں بیٹھ گیا۔راستے میں ٹرک والے نے اسے چائے بھی پلائی اور کھانا بھی کھلایا۔جب راولپنڈی پہنچے تو اس لانگری نے اسے ریلوے اسٹیشن کے قریب اتارنے کے لئے کہا۔چنانچہ اس نے ریلوے اسٹیشن کے سامنے جا اُتارا۔وہاں پر معلوم ہوا کہ دہلی جانے والی ایک گاڑی تیار کھڑی ہے۔کرایہ تو اس کے پاس نہیں تھا چنانچہ وہ بغیر ٹکٹ ہی اس گاڑی میں بیٹھ گیا۔سارے سفر میں اس سے کسی نے ٹکٹ نہیں پوچھا۔اگلے روز عصر کے قریب دہلی اسٹیشن پر جا اترا۔وہاں سے باہر نکلا تو اس کے علاقے میں جانے والی سواری تیار ملی جس نے دو روپے کرایہ طلب کیا۔چنانچہ اس نے وہ دو روپے کرایہ کے ادا کئے اور سواری میں بیٹھ گیا اور اپنے گھر کے قریب جا اترا۔سورج غروب ہونے کو تھا۔اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔معلوم کیا تو پتا چلا کہ اسی روز اس کے والد کا انتقال ہوگیا تھا اور اب اس کے تجہیز و تکفین کی تیاری ہو رہی تھی۔چنانچہ یہ لانگری بھی اپنے والد صاحب کے جنازے میں شامل ہوگیا۔اس وقت اس کی ساری حیرانی دور ہوئی کہ حضرت غوث الامتؒ نے اسے کیوں دفعۃً اجازت فرمائی اور دو روپیہ کرایہ کے لئے بھی عنایت فرمائے۔اس نے اتنا لمبا سفر بلا خرچ کیا اور موزوں وقت پر گھر جا پہنچا اور اپنے والد صاحب کے جنازے میں بھی شرکت کی۔

کمال سیرت اور جمال صورت

حضرت غوث الامتؒ کے اخلاق، عادات و خصائل، نشست و برخاست ہر معاملہ میں **رسول اکرم ﷺ** کی ذات والا صفات کا مکمل نمونہ تھے۔سینکڑوں ہندو آپکے اخلاق کریمانہ دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔شیریں کلام، چہرہ پر تبسم اور خوشنما مسکراہٹ۔طبیعت میں شجاعت و بسالت، معاملات میں ایثار، سخاوت اور بے نفسی۔آپ کے یہ وہ اخلاق رسولﷺ تھے جن کی وجہ سے مخلوقِ خدا آپ کی گرویدہ ہوگئی تھی۔معنوی اور باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ پروردگار عالم نے آپ کو جمالِ یوسفی سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔چہرہ انور حسن و جمال کا پیکر تھا۔سالکینِ راہ طریقت

اور متلاشیانِ خزانۂ معرفت جب کوہ مری کی دشوار گزار پہاڑیوں کی مسافت طے کر کے دربارِ عالیہ میں پہنچتے تو حضرت غوث الامتؒ کے چہرۂ اقدس کی ایک جھلک سے سفر کی ساری تھکاوٹ کا احساس ختم ہو جاتا۔

وابستگانِ دامن

مدت مدید اور عرصہ دراز تک آپؒ سجادۂ فقر پر جلوہ افروز رہے۔ برصغیر پاک و ہند کے اطراف و جوانب سے خلقِ خدا کھچی کھچی دربار عالیہ میں حاضر ہوتی اور گوہرِ مراد سے اپنا دامن بھرتی۔ بیرون ممالک ایران، افغانستان اور عرب سے بھی لوگ حاضر ہوتے اور بامراد ہو کر جاتے۔ ایک اندازہ کے مطابق وابستگانِ دامن کی تعداد 14 لاکھ سے زیادہ تھی۔ حاضر ہونے والوں میں بے شمار افراد ایسے بھی ہوتے جنہوں نے حاضری سے قبل کبھی بارگاہِ الٰہی میں نماز کے لئے سجدہ میں سر نہیں جھکایا ہوتا لیکن حضرت غوث الامتؒ کی نظرِ کرم سے ان کی ایسی کایا پلٹ جاتی کہ وہ تہجد گزار ہو جاتے اور مقامِ ولایت پر پہنچ جاتے۔

آپ کے پاس حاضر ہونے والے لوگ مختلف اغراض و مقاصد اپنے دلوں میں چھپائے حاضر ہوتے۔ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ غلط اور فاسد خیال والوں کیلئے ایسے انداز میں اصلاحی کلمات ارشاد فرماتے کہ ایسے لوگ دل ہی دل میں توبہ کر لیتے۔ وہ کبھی کسی کا نام اظہار نہ فرماتے۔ اگر کسی شخص کا خیال بلند اور مقصد ارفع ہوتا تو اس کی تحسین فرماتے۔ لوگوں کی روحانی و جسمانی مشکلات کے لئے دعا فرماتے۔

ہمہ وقت خدمت

حضرت غوث الامتؒ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ رات کے وقت بھی جُبہ نہیں اتارتے تھے اور عموماً حالت مراقبہ میں اپنی مسند پر جلوہ افروز رہتے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ رات کے وقت بھی جُبّہ شریف پہنے رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری نوکری اور خدمت دربار خداوندی میں لکھی جا رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ایک ملازم باوردی ڈیوٹی پر حاضر ہو تو اس کی ڈیوٹی لکھی جاتی ہے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ چوبیس گھنٹے باوردی حاضری میں میری ڈیوٹی لکھی جائے اور قیامت کے دن میری زندگی کا ایک ایک منٹ مخلوقِ خدا کو خدا سے ملانے کے حساب میں درج ہو جائے۔

کرامات

کرامت اس محیرالعقول کام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اولیاء سے ان کی عظمت ظاہر کرنے اور مخلوق میں ان کی مقبولیت نمایاں کرنے کے لئے ظاہر فرماتے ہیں۔ کرامت کا صدور قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت

ہے۔ کراماتِ اولیاء درحقیقت رسول اکرمﷺ کے معجزات کی تصدیق ہیں جو قیامت تک جاری رہیں گے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کے سینوں میں جو اسرار وعلوم موجزن ہوتے ہیں وہ رحمتِ دو عالمﷺ کا ہی عطیہ ہوتے ہیں اور انہی کی تتبع کی بنا پر اولیاء اللہ کی کرامات بھی حضورﷺ کے معجزات کے زمرے میں ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات دو قسم کی ہیں۔ایک ''حسّی'' جو انسان کو جلد محسوس ہو جاتی ہے اور دوسری ''عقلی'' جو دیرپا ہوتی ہے۔

حضرت غوث الامتؒ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی کرامات سے نوازا تھا۔ان کی کرامات بے حد و بے حساب تھیں۔احاطہ ممکن نہیں۔ بے شمار پھانسی کی سزا پانے والے آپؒ کی دعا سے بری ہو گئے۔لاتعداد لاعلاج مریض آپ کی نگاہِ کیمیا اثر سے تندرست ہوئے۔ بے شمار لوگ خواب دیکھ کر دربار شریف میں حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت حاصل کیا اور باخدا بن گئے۔ ہزارہا سعادت منداصحاب ولایت اور خلافت پر سرفراز ہوئے۔

طریقت کا سرچشمۂ فیض: موہڑہ شریف

آپ نے موہڑہ شریف کو طریقت اور روحانیت کا اعلیٰ مرکز بنا دیا۔ چونکہ ہر طبقہ کے لوگ نہایت شوق سے حاضر ہوتے تھے۔ دُور دُور سے پیدل آتے تھے اور اس دریائے نور میں غوطے لگاتے تھے اور کسی تکلیف کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بوڑھے، اپاہج، مرد اور عورتیں ننگے پاؤں آتے تھے اور یہاں کی کوفت اور تکلیف کو خاطر میں نہ لانا موجبِ سعادت سمجھتے تھے۔

بعض لوگوں نے یہ حالات دیکھ کر یہ تجویز پیش کی کہ حضرت پیر صاحب کا قیام کسی میدانی جگہ یا لبِ سڑک ہونا چاہیے تا کہ لوگوں کو آمد و رفت میں سہولت ہو۔ چنانچہ انہی ایام میں شاہانِ کابل کا خاندان مع لواحقین اعلیٰ حضرت غوث الامتؒ کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا جو اُس وقت انگریزی حکومت میں نظر بند تھا۔ یہ سردار محمد ایوب خان اور سردار محمد یعقوب خان صاحب سابق شاہان کابل کے شہزادے تھے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ مری میں گھڑیال سے آگے کا سرکاری میدان جس کو سیر بنگلہ یا پولو گراؤنڈ بولتے ہیں اگر وہ پسند کی جائے تو وہ انگریز حکومت سے اس کا اجازت نامہ حاصل کر لیں گے۔ مگر حضرت غوث الامتؒ نے موہڑہ شریف کے جنگل کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا جو خدا وہاں موجود ہے وہی خدا یہاں بھی موجود ہے۔

اس کے بعد سردار منصب داد خان صاحب سکنہ پھلگراں نے طریقت میں داخل ہونے کے بعد گھڑیال

کے قریب ایک قطعۂ زمین خرید کر دربار شریف کے لئے وقف کرنا چاہا مگر اسے بھی منظور نہ کیا اور اسے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

چنانچہ موجودہ موہڑہ شریف کا روحانی مرکز ہمیشہ کے لئے قائم ہوگیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اس ملک پر احسانِ عظیم ہے اور باباجیؒ کی زندہ کرامت۔

اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کو ولی عہد مقرر کرنا

اعلیٰ حضرت غوث الامتؒ ہر سال عرس شریف کے موقع پر حضور قبلۂ عالم خواجہ کیانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ 1891ء میں جب حاضری ہوئی تو فرمایا کہ آئندہ عرس شریف کے موقع پر اپنے فرزندِ اکبر کو بھی ہمراہ لائیں۔ چنانچہ اگلے سال 1892ء میں عرس شریف پر وہ حضرت پیر نظیر احمد صاحبؒ کو بھی ہمراہ لے گئے۔ اس وقت ان کا سن مبارک 12 سال تھا۔ جب آپ کو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا گیا تو اس وقت انہوں نے نوازشاتِ خصوصی سے آپ کو خلعتِ ولایت اور خلافت سے نوازا اور فرمایا جا تیری سات پشت بلا مشقت اولیاء۔ اس حاضری کے تفصیلی واقعات غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کے سوانحِ حیات میں آگے آ رہے ہیں۔ یہ ان کی پہلی اور آخری ملاقات تھی کیونکہ تھوڑی مدت کے بعد وہ نورِ عالم تابؒ جہاں سے رخصت ہوکر عالم ملکوت میں جلوہ افروز ہوا۔

اس وقت سے حضرت غوث الامتؒ اپنے اس نورِ نظر، فرزندِ جلیل، بے نظیر کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیتے رہے۔

1912ء میں حضرت غوث الامتؒ نے حضرت پیر نظیر احمدؒ کو سالانہ عرس شریف کے موقع پر اپنا ولی عہد مقرر فرمایا۔ چنانچہ اس وقت سے تمام ملک اور ہر جماعت اور والیانِ ریاست ان کو پیر ولی عہد ہی پکارا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کو سجادہ نشین مقرر کرنا

1925ء کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر قریباً ہزارہا کے مجمع میں جس میں کئی رؤسائے ریاست بھی شامل تھے غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمد ولی عہد صاحبؒ کو کھڑا کر کے اور ہاتھ پکڑ کر اعلانِ عام فرمایا کہ یہ میرے جانشین سجادہ نشین ہیں۔ اپنے سر سے پگڑی اتار کر ان کو پہنائی اور فرمایا کہ ان کی باطنی کیفیت مجھ سے بدرجہا زیادہ ہے۔ یہ مجھ سے اٹھارہ منازل آگے ہیں اور ساٹھ گز ان کی تلوار مجھ سے آگے لگتی ہے۔ سالکین کی جو منزلیں کئی سال سے بند

ہوں وہ ان کی توجہ سے ایک دن میں ہی کھل جاتی ہیں۔اس کے بعد اپنے تمام صاحبزادگان اور خلفائے دربار کو حکم دیا کہ وہ ان سے بیعت کر کے مزید تربیت حاصل کریں۔ چنانچہ ان کے حکم کے بموجب تمام صاحبزادگان اور خلفائے دربارِ عالیہ نے غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد** صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعتِ طریقت کی برکت حاصل کی۔

شجرہ شریف (بزبان فارسی)

یہ واقعہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت غوث الامتؒ کی اجازت سے شجرہ طریقت میں حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کا اسم مبارک 1925ء میں شامل کیا گیا۔ یہ شجرہ شریف شمس العلماء حضرت مولانا غلام کبریا خان صاحب بہاریؒ جو غوث الامتؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے، انہوں نے فارسی زبان میں منظوم کیا۔ یہ شجرہ شریف (جس میں 1960ء سے حضرت پیر ہارون الرشید صاحب کا نام بھی شامل ہے) موہڑہ شریف کی اکثر مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔اور یہ کتاب ہذا کے باب نمبر 11 (گلہائے عقیدت) میں درج کیا گیا ہے۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ سلسلہ بیعت وارشاد طریقت حضرت غوث الامتؒ کی موجودگی میں ہی غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد** صاحبؒ کے سپرد ہوا اور ان کا اسم مبارک شجرہ شریف میں شامل ہوا۔تمام خلفاء کی تربیت اور درسِ طریقت ان کے ذمہ رہا۔غوث الامتؒ تمام خلفاء صاحبان کو حکم دیتے تھے کہ پہلے اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد** صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دو اور وہاں سے رخصت حاصل کر کے ہمارے پاس آؤ۔ آپؒ ان کو "بڑے پیر صاحب" کہتے تھے۔

غوث الامتؒ کا اعتماد اور درجۂ غوثیت کا ادب

حضرت غوث الامتؒ کو اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ پر بہت اعتماد اور خوشی تھی۔اکثر مجلسوں میں انہوں نے فرمایا کہ وہ مجھ سے بدرجہا بلند مرتبہ پر ہیں۔ان سے ملاقات کر کے اپنی روحانی حالت درست کرو۔

ایک مرتبہ حضرت باباجیؒ اپنے دربار میں تخت پر تشریف فرما تھے اور خلفا وعلما بھی مجلس میں حاضر تھے۔ حضور باباجیؒ نے غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کو کسی خاص کام کے لئے بلایا (کیونکہ جب بھی کوئی مسئلہ دینی ودنیاوی پیش آتا،کسی عالم کے متعلق ہو یا کسی شیخ طریقت کی کوئی دینی یا روحانی مشکل ہوتو باباجیؒ کا معمول تھا کہ یا تو اعلیٰ حضرت پیر صاحبؒ کو دربار میں بلا کر آپؒ سے مسئلہ دریافت فرماتے یا اہل مشکل کو کسی خاص خلیفہ کے ہمراہ آپؒ کی خدمت میں بھیج دیتے)۔آپؒ کے تشریف لانے پر حضرت باباجیؒ نے تھوڑا اٹھنے کی کوشش کی مگر اٹھ نہ سکے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کی کہ آپ نے اپنے فرزند کا ادب کر کے شریعت کے خلاف کیا ہے۔ حضرت باباجیؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ ادب اپنے بیٹے کا نہیں کیا بلکہ ان کے درجۂ غوثیت کا ادب کیا ہے۔

سالانہ عرس شریف 9 دن جاری رکھنا

ایک بار سالانہ عرس شریف کا موقع تھا۔ اُن دنوں اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ حضرت غوث الامتؒ کو ان کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ چنانچہ عرس شریف کی تقریبات جو تین روز کے لئے ہوتی ہیں وہ نو دن تک جاری رکھیں۔ کئی لوگوں کا اِصرار تھا کہ تیسرے دن عرس شریف ختم کیا جائے مگر حضرت غوث الامتؒ جواب دیتے کہ جب عرس شریف والے بڑے پیر صاحبؒ تشریف لائیں گے تو عرس اِختتام پذیر ہوگا۔ جو لوگ ان کے انتظار میں ٹھہرنا نہیں چاہتے وہ چلے جائے۔ آخر کار جب اعلیٰ حضرت پیر صاحبؒ کا تار موصول ہوا کہ پہنچ رہا ہوں تو غوث الامتؒ کو غیر معمولی خوشی ہوئی اور عجیب رقت طاری ہوئی۔ تمام خلفا اور صاحبزادگان کو حکم دیا کہ کلڈنہ کے مقام پر پہنچ کر سب لوگ اعلیٰ حضرت پیر صاحبؒ کا استقبال کریں اور فرمایا کہ دو وجوہات نہ ہوں تو میں خود جا کر ان کا استقبال کرتا۔ ایک بات تو باپ بیٹے کا تعلق ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ میری ٹانگوں میں طاقت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اِس وقت جو چیز ان کے وجود میں ہے وہ دنیا میں کسی اور وجود میں نہیں۔ درحقیقت حضرت غوث الامتؒ اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کی خوبیوں سے اس حد تک متاثر تھے کہ ان کی فرزندیت محو ہو جاتی تھی۔

اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ کی اطاعت وعقیدت مندی

غوث المعظم پیر **نظیر احمدؒ** کی طرف سے اپنے والد بزرگوار کی اطاعت اور عقیدت بدرجۂ کمال تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپؒ نے انہیں ہمیشہ اپنا کامل شیخ اور رہنما سمجھا۔ تمام عمر ان کے بلائے بغیر خود کبھی نہیں گئے اور نہ ہی گفتگوئے فرزندانہ کی۔ بلکہ ہمیشہ ان کے سوال کے جواب میں ہی گفتگو کی۔ مزید برآں آستانہ موہڑہ شریف میں حاضرین لوگ جو تحائف اور نذرانے وغیرہ لاتے (اور وہ لاکھوں کی تعداد میں آتے تھے) ان میں سے اعلیٰ حضرت کبھی کچھ نہ لیتے، نہ مطالبہ کیا اور نہ ہی خواہش رکھی۔ ایسا سلوک محض وہی کر سکتا ہے جس کے سینہ میں غیر معمولی استغنا اور معرفتِ الٰہی کی لازوال دولت موجود ہو۔

آخری وصایا

دراصل حضرت غوث الامتؒ نے اپنی زندگی میں ہی تمام امور تعلیم وطریقت اعلیٰ حضرت غوث المعظم پیر **نظیر احمد** صاحبؒ کے سپرد کردیئے تھے۔ تاہم نومبر 1943ء میں جب انہوں نے اس عالم دنیا سے رخصت ہوکر عالم بالا میں قرب الٰہی میں پہنچنا تھا تو صاحبزادگان کو بلا کر حکم دیا کہ میں نے تم کو ہمیشہ ہدایت کی ہے اور آئندہ کے لئے تمہارے لئے یہ ہدایت ہے کہ اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ سے ہر معاملہ میں مشورہ کرنا اوران کی اجازت لیا کرنا اوران سے مخالفت نہ کرنا۔

وصال سے تھوڑی دیر پہلے غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد** صاحبؒ کو بلایا اور فرمایا۔

آپ کو پانچ احکام ضروری دیے جاتے ہیں:-

1۔ صاحبزادگان آپ سے مخالفت کریں گے وہ کم سمجھ ہیں آپ ان پر مہربانی کرنا۔

2۔ اس جنگل میں میں نے ڈیرہ لگایا چودہ لاکھ کے قریب اشخاص نے یہاں سے ذکر الٰہی حاصل کیا اور باخدا بن گئے یہ سلسلہ قائم رکھنا۔

3۔ غریب لوگوں کی روٹی بند نہ کرنا۔

4۔ غریب اور امیر سب لوگ آپ کے پاس آئیں گے اگر غریبوں کو باہر نکال دو اور امیروں کو پاس بٹھاؤ تو میرا دل ناراض ہوگا۔

5۔ جو میں نے امانت آپ کے سپرد کی ہے اس کی حفاظت رکھنا۔

وصال شریف

جب غوث الامت حضرت باباجیؒ خواجہ **محمد قاسم**ؒ کے وصال شریف کا وقت قریب آیا تو آپ بیمار ہوگئے۔ ان ایّام میں حضرت **نظیر احمد**ؒ صاحب راولپنڈی میں قیام پذیر تھے۔ حضرت باباجیؒ نے خواب میں حضرت پیر صاحب کو حکم فرمایا کہ ہمارے پاس موہڑہ شریف میں فوراً پہنچ جاؤ۔ چنانچہ پیر صاحب حسب الارشاد خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوگئے اور آخری وقت کی خاص عنایات سے مستفیض ہوئے۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت ایک کہن سال بزرگ اپنے ہاتھ میں عصا لئے ہوئے موہڑہ شریف میں تشریف لائے اور انہوں نے دربار شریف کے باہر موجود لوگوں سے کہا کہ وہ

حضرت باباجیؒ سے ملاقات چاہتے ہیں۔ لیکن جب لوگوں نے انکار اور مزاحمت کی تو وہ بزرگ خود ہی براہِ راست حضرت باباجیؒ کی قیام گاہ کی طرف بڑھتے گئے اور درِ دولت پر پہنچ گئے۔ وہاں بھی خادموں نے اندر جانے میں مزاحمت کی اور جب کچھ تکرار ہوئی اور آوازیں بلند ہوگئیں تو اس وقت حضرت باباجیؒ نے بلند آواز سے ارشاد فرما کر اس بزرگ کو اپنے پاس اندر بلالیا۔ اس بزرگ ہستی نے حضرت باباجیؒ سے کہا کہ وہ حضرت غوث الاعظمؒ کا فرستادہ ہے اور انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ آج رات دس بجے ان کے پاس پہنچ جائیں اور اپنی امانت اپنے بیٹے پیر **نظیر احمد**ؒ کے سپرد کر دیں۔ نیز اس بزرگ نے حضرت باباجیؒ کے لئے ان کی قبر کی جگہ یعنی مقامِ مدفن بھی بتلا دیا اور پھر وہ بزرگ رخصت ہو کر باہر آ گئے۔ جب وہ بزرگ وہاں سے چلے گئے اور مجمع میں ایک ہل چل سی مچ گئی تو دیگر صاحبزادگان اور دوسرے خادمانِ دربار اس بزرگ ہستی کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ لیکن وہ مردِ غیب تھوڑی دور جا کر پتھروں کی اوٹ میں ایسے گم ہوگئے کہ باوجود تلاش بسیار کے نہ مل سکے اور بعد میں وہ تمام واقعات اسی طرح ظہور میں آئے جس طرح وہ رجل غیب بیان فرما گئے تھے اور حضرت باباجیؒ بھی ٹھیک دس بجے رات واصل بحق ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

یہ سانحہ ارتحال مورخہ 21 نومبر 1943ء بمطابق 13 ذیقعد 1362ھ بروز ہفتہ بوقت دس بجے رات پیش آیا۔ وصال شریف کے وقت آپؒ کا سن مبارک شمسی حساب سے تقریباً 98 برس تھا اور قمری حساب سے 101 برس تھا۔

مزار اقدس موہڑہ شریف میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما